سُورَةُ البَقَرَة مَدَنِيَّة

توکل اور اسباب

توکل کے لفظی معنی:

توکل عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی کسی کام یا معاملے کو کسی کے سپرد کرنے کے ہیں۔ یا یہ کہ کسی پر مکمل اعتماد کیا جائے۔ اس لئے عربی میں الوکیل اسے کہتے ہیں جو دوسروں کے کام کی نگرانی کرے۔

شرعی و اصطلاحی معنی:

توکل انسان کی باطنی کیفیت کا نام ہے جو دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے اور عمل کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

توکل دراصل اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر اعتماد کا دوسرا نام ہے۔ مومن کا اگر یہ عقیدہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے وہ تمام تدابیر اختیار کرے گا جس کو شریعت نے مشروع کیا ہے تو کامیابی یقینی ہے اور وہ تمام تدابیر جو بظاہر کتنی ہی مؤثر نظر آتی ہوں مگر خلاف شریعت ہوں، انہیں اختیار کرے گا تو وہ ضرور ناکام ہو گا، تو دراصل وہ شریعت کی رو سے متوکل باللہ ہے۔ اور یہ ہی توحید باللہ ہے۔

توکل ترک اسباب کا نام ہر گز نہیں اور نہ ہی کسی مؤمن کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ صرف اسباب پر بھروسہ کر لے اور مسبب الاسباب کو بھول جائے چاہے وہ جائز اسباب ہی کیوں نہ اختیار کر رہا ہو۔

اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاءؑ اور تعلیمات قرآن کریم کے خلاف ہے

اللہ تعالیٰ کے قانون پر اعتماد کو ایک مثال سے سمجھئے۔

مثلاً قرآن کریم کہتا ہے زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے، اور سود لینے سے مال گھٹتا ہے، اب بظاہر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی، کیونکہ زکوٰۃ دینے سے مال گھٹتا نظر آتا ہے اور سود لینے سے بڑھتا نظر آتا ہے۔ مگر ہمیں یقین یہی ہونا چاہئے کہ زکوٰۃ دینے سے مال بڑھے گا اور سود لینے سے مال گھٹے گا۔

© copy rights reserved

اب زکوۃ دینے سے مال کس طرح بڑھے گا۔ مثلاً آپ کے پاس سال کے آخر میں ایک لاکھ روپے ہیں تو آپ اس میں سے ۲۵۰۰ روپے زکوۃ ادا کریں گے اب آپ کے پاس جو بقایا ۹۷۵۰۰ روپے بچ گئے ہیں اگر ان کو سارا سال تجوری میں بند کر کے رکھ دیں گے تو وہ خود بخود نہیں بڑھ جائیں گے، بلکہ آپ کو اس رقم کو کسی ذریعہ سے بھی تجارت میں لگانا پڑے گا تا کہ اس مال میں برکت کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ اسے پہنچ سکے اس کا ہر گز یہ مطلب نہ لیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس مال میں برکت ڈالنے کے لئے اسے تجارت میں لگوانے کا محتاج ہے ایسا ہر گز نہیں مگر دراصل اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت جاری ہے۔

اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :(جو شخص بھی اپنے کسی یتیم کا سرپرست بنے اور یتیم کی ملکیت میں کچھ سرمایہ بھی ہو تو اس کے ساتھ تجارت کرے، اس سرمائے کو ایسے ہی نہ چھوڑے کہ زکاۃ کھا جائے)

اسے اثر کو دار قطنی :(109/2) اور بیہقی :(11301) نے روایت کیا ہے اور ابن العربی نے اسے "عارضۃ الأحوذي"(99/2) میں صحیح کہا ہے۔

اسی طرح امام بیہقی :(11303) حکم بن ابوالعاص سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: "تمہاری تجارت کرنے میں کوئی دلچسپی ہے ؟ اس لیے کہ میرے پاس ایک یتیم کا مال ہے اور زکاۃ اس کو ختم کرتی جا رہی ہے "تو میں نے انہیں کہا: ہاں مجھے دلچسپی ہے، تو اس پر انہوں نے مجھے دس ہزار اشرفیاں دیں، اور میں انہیں لے کر چلا گیا اور اللہ نے جتنی توفیق دی میں ان کی تجارت کرتا رہا، پھر عرصہ بعد میں واپس پہنچا اور عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو مجھ سے پوچھا: "پیسوں کا کیا بنا؟ "تو میں نے کہا وہ تو ایک لاکھ اشرفیاں ہو گئیں ہیں۔

،آپ کے اس فرمان نے اختیار اسباب اور توکل کے مسئلہ کو بالکل واضح فرما دیا یہ قانون خداوندی ہر چیز میں جاری و ساری ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک طرف اعمال صالحہ پر گامزن تھے تو دوسری طرف تدابیر صالحہ بھی اختیار کئے ہوئے تھے جو اصل توکل کی روح ہے اور اسی راستے نے ان کو دین و دنیا کی فلاح سے ہمکنار کیا مگر بعد کے ادوار میں یا تو لوگوں نے بالکل ترک اسباب کا عقیدہ ایجاد کر لیا یا پھر بالکل اللہ اور رسول کے طریقے کو چھوڑ کر اور اللہ سے بیگانہ ہو کر اپنے جائز ناجائز اسباب پر بھروسہ کر بیٹھے۔

 © copy rights reserved

قرآن حکیم اور اسوۂ رسول اور آثار صحابہؓ وتابعینؒ سے چند مثالیں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے رسول سے فرماتا ہے کہ :

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ (3:159)

(اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہیں پھر جب آپ فیصلہ کرلیں تو اب اللہ پر توکل کریں یقیناً اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

اگر احتیاط کا پابند ہونا توکل کے منافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مشورے کا پابند نہ کرتا۔

دراصل مشورہ اسی لئے تو ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس شر سے بچاؤ کی کوئی تدبیر ہو یا اور کوئی احتیاط کا پہلو ہو تو سامنے آجائے، جس سے انسان آئندہ کے امور کی منصوبہ بندی کرسکے، اور شر سے بچاؤ کی کوئی راہ ڈھونڈ سکے۔

- حضرت موسیٰ سے کہا گیا کہ رئیس لوگ آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو آپ شہر چھوڑ کر چلے گئے۔
- اسی طرح (سورہ یوسف) میں حضرت یعقوب نے اپنے فرزند سیدنا یوسف ؑ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کریں ورنہ وہ حسد کریں گے یہ واقعہ بھی احتیاط ہی کے قبیل سے ہے۔
- پھر اس کے بعد حضرت یوسف ؑ کے بھائی مصر گئے تو ان سب کو حضرت یعقوب نے فرمایا کہ سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہوں یہ بھی ایک طرح کی احتیاط ہی تھی۔
- جب عزیز مصر نے خواب دیکھا کہ سات دبلی گائیں سات فربہ گائیں کھاجاتی ہیں اور یوسف نے جب اس کی تعبیر فرمائی کہ مصر میں پہلے سات سال نہایت فراوانی کے ہوں گے اور بعد کے سات سال خشک سالی کے ہوں گے اور اس صورت حال سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنی خدمات بھی پیش فرمائیں تو عزیز مصر نے آپ کو ملک کے وسائل سپرد کردیئے۔ پھر آپ نے فراوانی والے سالوں کے اناج کو ذخیرہ فرمایا اور خشک سالی والے سالوں میں لوگوں کو قحط سے بچایا، یہاں پر ایک نبی کا فعل اس بات کی صاف دلیل ہوسکتی ہے کہ ضرورت پر اناج وغیرہ کا ذخیرہ کرنا اور اس طرح کی منصوبہ بندی کرنا ہر گز توکل کے منافی نہیں۔

© copy rights reserved

اسلام دراصل ایک عملی مذہب ہے اس میں راہبانہ طرزِ عمل کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام انسان کی روحانی ضرورتوں کا کفیل ہے اور اس کی پوری رہنمائی کرتا ہے اسلام میں پوری قوت اور طاقت ہے کہ وہ دنیا کے ہر نظام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے اور اپنی سچائی کے دعوے کی عملی شکل کو دلائل سے ثابت بھی کر سکے۔ اب چونکہ قیامت تک کوئی پیغمبر آنے والا نہیں، اس لئے قیامت تک پیدا ہونے والے ہر مسئلے کے حل کا احاطہ بھی اسی نے کیا ہوا ہے۔ اس کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت سے روشنی حاصل کریں

اللہ تعالیٰ نے چرند اور پرند کو وہ اوزار عطا فرمائے ہیں، جن سے وہ شر کو بھی دفع کرتے ہیں اور روزی بھی حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً پنجے، چونچ، ناخن اور تیز بینائی وغیرہ اسی طرح انسان کو عقل کے زیور سے نوازا ہے۔ جس سے وہ ہر طرح کا کام لے سکتا ہے۔ جب عقل وحی الٰہی کے تابع ہو کر چلتی ہے تو تسخیر کائنات وجود میں آتی ہے۔ انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے شر سے بچاؤ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ

سورۃ الانفال، آیت ٦٠) تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لئے مہیار کھو، تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ اور اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ اوروں کو بھی خوف زدہ کر سکو۔

- ہجرت کے وقت آپ ﷺ نے اپنے اس مکان سے نکلنے کا ارادہ فرمایا جس کا مشرکین مکہ نے محاصرہ کر رکھا تھا، آپ ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت دی کہ وہ آپ کے بستر پر آرام کریں تاکہ دشمنان دین اس گمان میں انتظار کرتے رہ جائیں کہ آپ اپنے مکان سے نکلیں گے تاکہ آپ کا کام تمام کر دیں پھر آپ مکان سے ایسے نکل آئے
- جب ہمارے نبی حضرت محمد کو مشرکین کے منصوبہ کا علم ہوا تو آپ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے، اور راستے میں غار میں پناہ لی اور حضرت ابو بکرؓ نے غار کا دہانا بند فرما کر احتیاط کا پہلو اختیار فرمایا۔

جب مشرکین نے آپ کی تلاش شروع کی اور شد و مد کے ساتھ آپ کا اور آپ کے ساتھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیچھا شروع کر دیا تو آپ اور صدیق اکبر نے غار ثور میں پناہ لے لی تاکہ آپ کے سخت ترین دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔

© copy rights reserved

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ : یا رسول اللہ ! اگر ان میں سے کسی نے ذرا بھی قدم اٹھائے تو وہ ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کیا سمجھتا ہے ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو

اس واقعہ سے ایمان اور توکل اور اسباب کے تمام حقائق بالکل واضح ہو گئے، جس میں اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسباب کے استعمال کو ناپسند نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی انہیں پر آپ اعتماد کا اظہار فرما رہے ہیں اور جب آپ نے نجات کے حصول کے لیے تمام وسائل کو اس حد تک بروئے کار لائے کہ آپ ایسے تاریک ترین غار میں پہنچ گئے جو بچھوؤں اور سانپوں کا مسکن ہوتا ہے، ایسے مقام پر آپ پورے ایمانی یقین اور بھروسہ کے ساتھ بلا کسی خوف کے فرمایا: غم نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، تو کیا سمجھتا ہے ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

اسی طرح اور بہت سی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اختیار اسباب توکل کے ہرگز منافی نہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ توکل کرنے والے کے اعضاء و جوارح کام میں لگے ہوں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہو۔

کسی عارف نے خوب کہا کہ "دست بکار دل بیار" مطلب یہ ہے ہاتھ سے تمام جائز تدابیر اختیار کی جا رہی ہوں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو اور یہ پختہ یقین دل کی گہرائی میں موجود ہو کہ پروردگار میری جائز تدابیر کو ضرور بار آور فرمائے گا۔

انبیاء کا اسوئہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ سیدنا آدمؑ کاشت کار تھے حضرت نوحؑ اور زکریاؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ حضرت ادریس کپڑا سیتے تھے، حضرت موسیٰ، حضرت شعیب اور ہمارے پیارے رسول نے بکریاں چرائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی نعمتوں کا اظہار چاہتا ہے اسی طرح اپنی ودیعتوں کا بھی اظہار چاہتا ہے۔

(وَدْعٌ کا معنی حفاظت کرنا ہے۔ اور وَدِیعَةٌ سے مراد محفوظ شدہ (چیز) ہے۔ حفاظت کی غرض سے کسی کے پاس بلا معاوضہ اپنا مال رکھنا۔)

عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت بھی ہے اور ودیعت بھی ہے جس سے کام لینا در اصل اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکرانہ ادا کرنا ہے۔

انسان اور جانور میں عظیم فرق ہی یہ ہے کہ انسان کو عقل سے نوازا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت کو ہم بیکار چھوڑ دیں اور اس سے کوئی کام نہ لیں اور صرف اس کی عنایت پر ہی بھروسہ کر لیں تو یہ اسلام کا منشاء ہرگز نہیں۔

© copy rights reserved

ہمیں چاہیے کہ مقدور بھر اپنے وسائل کو کام میں لائیں اور جو ہماری رسائی سے باہر ہو اسے اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔

صحابہ کرامؓ کے احوال:

اللہ کے رسول نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، جس کی بھی پیروی کروگے راہ پاجاؤگے، سب سے پہلے افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب ان پر خلافت کا بار ڈالا گیا تو دوسرے روز حسب معمول چند چادریں لے کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے تاکہ اپنی روزی کمائیں۔ راستے میں سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت ابو عبیدہ ملے پوچھنے پر بتایا کہ میں عیال دار آدمی ہوں، مجھے ان کے لئے روزی کمانی ہے۔ ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے آپ کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔

یہ تناسب تھا اختیار اسباب اور ترک اسباب میں جو وہ حضرات سمجھے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے اس جواب پر کہ میں عیال دار آدمی ہوں اور میں اپنے کنبے کو کہاں سے کھلاؤں گا کسی صحابی نے ان سے یہ نہیں کہا کہ یہ سوچ توکل کے خلاف ہے۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کہے کہ میں کچھ پیشہ نہیں کروں گا اور میرا رزق خود چل کر میرے پاس آئے گا، امام صاحبؒ نے فرمایا یہ شخص علم نہیں رکھتا اور فرمایا کہ کیا تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اسباب اختیار کرنا اور دل سے مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھنا۔ [مدارج السالکین : 462/3]

شیخ عبد الرحمن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اسباب اختیار کرنا سنت ہے اور توکل علی توحید ہے، جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو بندہ باذن اللہ مراد کو پالیتا ہے۔[فتح المجید : 462]

بیماری اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں لگ سکتی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر شفایابی ہوسکتی ہے
مگر نبی کریم ﷺ بیماری سے بچاؤ کے لیے تدابیر اختیار کرنے کا حکم بھی دیا، اور بیماری لگنے کے بعد علاج کا حکم دیا۔

جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ لیکن جب کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے

 © copy rights reserved

اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے مت نکلو۔ [صحیح البخاری : 5728]

بیمار اونٹوں والا صحت منداونٹوں والے (چرواہے) کے پاس اپنے اونٹ نہ لے جائے۔[صحیح مسلم : 2221]

کوڑھی کے مریض سے ایسے بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔[صحیح البخاري : 5707]

ان احادیث سے ثابت ہوتا کہ اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں، نبی کریم ﷺ سید المتوکلین ہیں آپ ﷺ جنگ میں زرہ پہنتے، غزوہ احزاب میں خندق کھودی، اپنے گھر والوں کو سال کے لیے نفقہ دیتے مغرب کے بعد بچوں کو گھر سے نکلنے سے منع فرماتے، تیز آندھی میں باہر نکلنے سے منع فرماتے،

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں

علماء متفق ہیں کہ توکل اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں، پس توکل تو اسباب اختیار کیے بغیر درست ہی نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو بیکاری اور فاسد توکل ہے۔

توکل عبودیتِ قلب ہے اور اسباب اختیار کرنا عبودیتِ جوارح ہے پس جس نے اسباب کو معطل کر دیا اس کا توکل درست نہیں۔

اسباب اپنانے کے کیا ضابطے ہیں؟

- اسباب اپنانے کا اللہ تعالی نے حکم بھی دیا ہے، لیکن ساتھ میں یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ نفع اور نقصان صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، وہی مسبب الاسباب ہے، [یعنی اسباب میں تاثیر پیدا کر کے اہداف مکمل فرما دیتا ہے]
- یہ بھی ضروری ہے کہ اپنائے جانے والے اسباب شرعی طور پر بھی جائز ہوں؛ چنانچہ اچھے اہداف کیلیے وسائل واسباب کا شرعاً درست ہونا بھی ازبس ضروری ہے۔
- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اسباب پر اعتماد کا مطلب یہ ہے کہ: دل کلی طور پر اسباب پر بھروسا کر بیٹھے اور اسی سے امید لگائے، اسی کو سہارا سمجھے؛ حالانکہ مخلوقات میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جن پر مکمل طور پر اعتماد کیا جا سکے اور مخلوق کے حامی اور مخالفین بھی ہوتے ہیں، اگر مسبب الاسباب ذات ان اسباب کو مؤثر نہ بنائے تو یہ اسباب غیر مؤثر ہی رہتے ہیں مجموع الفتاوی"(169/8)

© copy rights reserved

اور جہاں تک اسباب اپنانے کے ضابطوں کا معاملہ ہے تو وہ ہر معاملے کے اعتبار سے الگ ہیں:

- بالکل ایسے ہی جیسے معمولی بیماری کیلیے احتیاط ایسے نہیں ہوتی جیسے غیر معمولی بیماری کیلیے ہوتی ہے،
- اسی طرح قیمتی چیز کی حفاظت ایسے نہیں ہوتی جیسے معمولی قیمت کی چیز کی ہوتی ہے، تو یہی معاملہ اسباب اپنانے کا بھی ہے۔
- اسی طرح تلاش معاش کیلیے اسباب اپنانے کا ضابطہ بیماریوں سے بچاؤ سے مختلف ہو گا،
- اسی طرح کھانے پینے کیلیے اسباب اپنانے کا ضابطہ حصولِ اولاد کے ضابطوں اور اسباب سے مختلف ہو گا،
- اسی طرح بچوں کی تعلیم و تربیت کیلیے اسباب بھی مختلف ہوں گے، چنانچہ ہر معاملے کیلیے اسباب مختلف اور ان کے ضابطے بھی الگ الگ ہوں گے۔

اس دور میں جو کہ جہالت سے بھرا ہوا ہے اور اس میں الحادو غربت کی آندھیاں اور جھکڑ چل رہے اور ضلالت و گمراہی پھیلی ہوئی ہے توکل اور اسباب کا معاملہ بہت سے مسلمانوں پر خلط ملط ہو چکا ہے اور انہوں نے تقدیر اور قضاء پر ایمان کو زمین میں مستقل رہنے کا سہارا بنالیا اور اسے دور اندیشی اور کوشش کو چھوڑنے کا جواز بنالیا اور معاملات کی بلندی اور اہمیت اور عزت و کامیابی کے راستوں کے متعلق سوچ کو ختم کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔

ان کے لیے مخرج یہ تھا کہ وہ آدمی تقدیر پر توکل کرے اور بیشک اللہ تعالی جو چاہے کرتا ہے اور وہ جو چاہے ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا تو اسی کا ارادہ چلتا اور اسی کی مشیت ہوتی ہے اور اس کی تقدیر اور فیصلہ جاری ہوتا ہے تو ہماری کوئی طاقت نہیں اور نہ ہی ان سب چیزوں میں ہمارا ہاتھ ہے۔

تو اس طرح ہر آسانی اور سہولت کے ساتھ اختلاف کے بغیر اس کی تقدیر کو تسلیم کرنا چاہیے اور مشروع اور مباح اسباب پر عمل کرنا چاہے

خلاصہ: جب انسان حد سے تجاوز کر کے اسباب ہی پر پورا بھروسہ کرے اور سارا دارو مدار اسباب پر ہی جا ٹھہرے تو یہ وہ شرک ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور پھینک دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فلاں سبب نہ ہوتا تو میں بھوکا مر جاتا، یا اگر یہ جائیداد یا فلاں کام نہ ہوتا تو میرا برا حال ہو جاتا، فلاں دوست نہ ہوتا تو تکلیف ہوتی۔ یہ امور اس قسم کے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہرگز پسند نہیں کرتا یہ خطرناک شرک ہے شرک تو یہ ہے کہ اسباب پر بھروسہ کیا جائے نہ یہ کہ ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

 © copy rights reserved